بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ذرا کچھ سوچیے

ندوۃ المصنفین کو ۴۷ء کے ہنگامہ میں جس شدید حادثہ سے دوچار ہونا پڑا اور اس کے نتیجہ میں اس کو جو عظیم مالی خسارہ ہوا اس کے بعد ہم لوگ جب قرول باغ سے منتقل ہو کر جامع مسجد دہلی کے قریب ایک مکان میں منتقل ہو گئے اور ادارہ کے کاموں کو دوبارہ جاری کرنے کا معاملہ زیرِ غور آیا تو اگرچہ مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سوہاروی ایک نہایت باہمت اور اولوالعزم انسان ہیں لیکن ان کو بھی دگرفتگی اس درجہ تھی کہ ادارہ کو دوبارہ جاری کرنے کے معاملہ میں مذبذب تھے لیکن اس خاکسار راقم الحروف کی قطعی رائے تھی کہ جب اتنی عظیم عمارت گر گئی ہے تو اب اسے ختم ہی کر دینا چاہیے۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید ہم لوگ قدرت کی نگاہ میں اس بارِ گراں کو اٹھانے کے اہل نہیں تھے اور غالباً اسی وجہ سے بنا بنایا کھیل بگڑ گیا ہے" لیکن ہم دونوں کے برخلاف صرف ایک برادر محترم مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی تھے جن پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس حادثہ کا کوئی اثر ہی نہیں ہوا ہے انھوں نے جس عزم اور ہمت کے ساتھ بے سر و سامانی کے باوجود ۳۸ء میں ادارہ کی بنیاد رکھی تھی اسی "عزم عالی حوصلگی" اور "مردانہ ثبات" و "استقلال" سے کام لے کر بلا ایک لمحہ کے پس و پیش کے ادارہ اور برہان دونوں کو از سرِ نو جاری کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ستمبر ۴۷ء میں ادارہ کو جو حادثہ فاجعہ پیش آیا تھا اس کے دو ماہ بعد ہی یعنی نومبر میں انھوں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ موجودہ نسل شاید محسوس نہ کر سکے کہ نہ صرف مسلمانوں پر اور اربابِ علم و ادب پر بلکہ اس ملک پر ان کا یہ کتنا بڑا احسان ہے جس کی وجہ سے یہ ملک عالمِ اسلام سے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ یہاں سے بھی اس مرتبہ اور پایہ کا اسلامی

لٹریچر شائع ہوتا ہے جس کی نظیر بعض اچھے اچھے ممالک اسلامیہ میں بھی نہیں ملے گی لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آج نہیں تو کل جب موجودہ ہندوستان کی ثقافتی تاریخ لکھی جائے گی اور مورخ کو ان حوادث کا علم ہوگا جو ندوۃ المصنفین کو صبح آزادی کے طلوع کے ساتھ پیش آئے تو بے شبہ وہ مولانا عتیق الرحمٰن عثمانی کی ہمت و حوصلہ اور قوتِ ارادی و پختہ خیالی کی داد دیگا اور آئندہ نسلیں ان کا ذکر شکرگذاری کے ساتھ کریں گی۔

جو لوگ میری افتادِ طبع اور مزاج سے واقف ہیں کہ میں کسی زندہ انسان کی اور خصوصاً اپنے بہت ہی قریبی دوست عزیز کی مدح و ستائش کرنے میں کس درجہ کوتاہ قلم واقع ہوا ہوں ان کو شاید میرے ان الفاظ پر حیرت ہو اور واقعہ یہ ہے کہ میں خود بھی طبعاً فطرتاً ان الفاظ کو لکھتے وقت اذیت محسوس کر رہا ہوں لیکن ندوۃ المصنفین آج موت و حیات کی جس کشمکش سے دوچار ہے اور جو اسکی زندگی میں اپنی نوعیت کی سب سے بڑی کشاکش ہے اس کے پیش نظر میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپکو اصلی صورتِ حال سے مطلع کردوں اور اس سلسلہ میں یہ بتادوں کہ ندوۃ المصنفین کی نشاۃ ثانیہ نہ گورنمنٹ کی ممنونِ احسان ہے نہ کسی ریاست کی اسکے پیچھے نہ اسکا اپنا کوئی محفوظ سرمایہ تھا اور نہ کسی کی گرانقدر شخصی امداد بلکہ یہ درحقیقت ایک شخص کی اور اس کی اپنی ذاتی ہمت اور اولوالعزمی و حوصلہ مندی کی حیات رندانہ تھی جس نے ایک مردہ پیکر میں روح پھونک کر پھر اسے کھڑا کردیا!

ندوۃ المصنفین نے اپنے دورِ نشاۃ ثانیہ میں اب تک جو کچھ کیا ہے اسے دیکھکر ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ دورِ ثانی میں اس کا قدم بہ نسبت دورِ اول کے کسی درجہ میں اور کسی حیثیت سے بھی سست رہا ہے۔ اس مدت میں اس نے تقریباً تمام پرانی کتابوں کے نئے اڈیشن شائع کئے اور انکے ساتھ ہی علاوہ ان کتابوں کے جو مختلف مباحث پر مکتبہ برہان کی طرف سے شائع ہوتی رہیں۔ ترجمان السنہ۔ لغات القرآن۔ اسلام کا نظام مساجد۔ تاریخ ملت کے متعدد حصے۔ تاریخ اسلام پر ایک نظر عرب اور اسلام خلیفہ کیا ہے۔ وغیرہ ایسی اہم مفید اور ضخیم کتابیں چھاپیں اور طباعت و کتابت اور کاغذ کے اپنے روایتی معیار کو بہرحال قائم رکھا۔ ابھی گذشتہ چند مہینوں میں اس نے مشایخ چشت از خلیق احمد نظامی اور پھر انھیں کی دوسری کتاب حیات شاہ عبدالحق محدث

قرآن اور تعمیر سیرت از ڈاکٹر میر ولی الدین العلم والعلماء ابن عبد البر کا اردو ترجمہ از مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی۔ یہ چار کتابیں شائع کی ہیں جن میں سے پہلی کتاب آٹھ سو اٹھارہ صفحات کی ہے اور باقی کتابیں علی الترتیب ۴۰۰، ۴۸۰، اور ۲۹۰ صفحات کی ہیں۔ طباعت و کتابت ... آپ سب کا اعلیٰ اور معیاری معنوی اعتبار سے یہ کتابیں اسی قدر ٹھوس۔ محققانہ اور بلند ہیں کہ دنیا کے کسی بھی اعلیٰ ادارۂ تصنیف کے لئے انکی اشاعت لائق فخر ہو سکتی ہے تاریخ مشائخ چشت ایک طویل سلسلہ کی پہلی کتاب ہے یہ سلسلہ مکمل ہو گیا تو صرف اسکی اشاعت علم و ادب اور تاریخ و تصوف کا ایک شاندار کارنامہ ہوگا۔ کتابوں کے علاوہ برہان جس پابندی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے وہ بھی آپ جانتے ہی ہیں۔

اب آپ خود سوچئے کہ ندوۃ المصنفین کی نہ صرف بقا بلکہ اور اس کو ترقی دینا ہندوستان ایسے ملک میں ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو پھر اس پر غور کیجئے کہ ایک ایسا ادارہ جس کا جیتا رہنا صرف اس کے معاونین اور محسنین کے تعاون اور ان کی عملی ہمدردی پر موقوف ہے اور اس کے وسیع و بلند پایہ کاموں کی وجہ سے اس کے اخراجات بھی غیر معمولی ہوں۔ ایسے ادارہ کی بقا کس صورت میں ممکن ہو سکتی ہے کسی بڑے سے بڑے کارخانہ کو آپ منٹوں میں بند کر سکتے ہیں لیکن کسی ایک بلند نصب العین کے ماتحت کوئی ایک ادارہ قائم کرنا اور اسے کامیاب بنانا اس کے لئے سالہائے دراز درکار ہوتے ہیں۔ ندوۃ المصنفین ایک چلا چلایا ادارہ ہے۔ آپ کی معمولی توجہ سے وہ اپنی موجودہ مالی مشکلات پر عبور حاصل کر سکتا ہے اگر ادارہ کا ہر ممبر، ہر معاون اور ہر محسن اپنے اپنے حلقۂ احباب میں اپنے ایسے کم از کم پانچ ممبر محسن اور معاونین بنانے کا عزم کرلے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آخر آپ اور آپکے احباب لایعنی اور بے مقصد کاموں پر سینکڑوں روپیہ اٹھا دیتے ہیں تو کیا ایک بلند مقصد اور ایک اعلیٰ و اشرف نصب العین کے لئے وہ سال میں ایک معمولی سی رقم بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ علی الخصوص اس وقت جبکہ ان کو اس رقم کے بدلہ میں فاضل علما و ادبا کا بر مصنفین کی برسوں کی دماغی و علمی کاوشوں کا ایک بصیرت افروز و روح پرور مجموعہ بھی ملتا ہے۔ بات کوئی بڑی نہیں ضرورت صرف معمولی توجہ اور ... قومی احساس کی ہے ورنہ یہ صاف ظاہر ہے کہ کوئی ایک شخص یا کسی ادارہ کے ارکان کتنے ہی عالی حوصلہ بلند ہمت اور مخلص و ایثار پیشہ ہوں اگر اس ادارہ کی کتابوں کے خریدار نہیں ہیں اور اسکی امداد کیلئے اسکے علاوہ کوئی اور دوسرا ذریعہ بھی نہیں ہے تو وہ ادارہ کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ یہی وقت آپکے سوچنے اور کچھ کرنیکا ہے ایک لمحہ کی غفلت اور بے توجہی سے جو نقصان ہو سکتا ہے اس کی تلافی بعض اوقات صدیوں میں بھی نہیں ہوتی